مجیب الرحمٰن شامی

چھوڑ کر جانے والے

اپنے بزرگ دوست (مولانا) اسحاق بھٹی صاحب پر قلم اٹھانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ''عزیزم'' ڈاکٹر احسن اختر ناز کے انتقال کی خبر نے (مزید) اداس کر دیا۔ بھٹی صاحب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو میں کراچی میں تھا۔ جنازے کو کندھا دینے کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ انہوں نے ماشاء اللہ 92 سال اس دنیائے رنگ و بو میں گزارے اور اس کی خوشبوؤں میں بہت سا اضافہ کر کے رخصت ہوئے۔ ان سے آخری ملاقات ''پیغام'' ٹی وی کے ایک پروگرام کے موقع پر ہوئی تھی جو تحریک پاکستان کے حوالے سے تھا۔ ثقل سماعت کا شکار تھے' لیکن میزبان ڈاکٹر حماد لکھوی کچھ نہ کچھ ان کے کانوں میں انڈیل دیتے تھے۔ مذاکرہ ختم ہوا تو عزیزم عبدالباسط نے اپنے رفقا کے ساتھ ہم تینوں کو کھڑا کر کے جامد تصویر بھی بنا ڈالی۔ بھٹی صاحب کا حافظہ ابھی تک بلا کا تھا۔ برسوں پرانے واقعات کی ایک ایک تفصیل ذہن میں محفوظ تھی' زبان کھولتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ماضی ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہے اور وہ اس کی عکاسی کرتے جا رہے ہیں۔

پنجاب کے قلب میں واقع ریاست فرید کوٹ میں پیدا ہوئے اور وہیں لڑکپن گزارا' جید علماء کی صحبت ان کو میسر رہی اور اس سے انہوں نے خوب فیض اٹھایا۔ چند برس سکول میں بھی گزارے۔ لیکن فیض اپنے ان استادوں سے براہ راست حاصل کیا' جن میں سے ہر ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا نام نامی ان میں نمایاں تر تھا 1933ء سے 1940ء تک سات سال ان کے ساتھ رہے' قرآن مجید کے علاوہ بلوغ

المرام سے صحیح بخاری تک صحاح ستہ کی نصابی کتابوں کی تکمیل ان سے کی۔صرف ونحو' عربی ادبیات' منطق' اصول فقہ اور تفاسیر قرآن میں سے بیضاوی' تفسیر جلالین اور جامع البیان بھی ان سے پڑھیں گویا مکمل مولوی بن گئے' آج کل کی زبان میں علامہ کہہ لیا جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔1940ء میں مولانا عطاء اللہ حنیف نے انہیں علامہ حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی خدمت میں گوجرانوالہ بھیج دیا' جن سے حدیث وتفسیر کی بعض کتب دوبارہ پڑھیں' اسے سونے پر سہاگہ کہا جاسکتا ہے۔فیروز پور میں مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری مرحوم سے بھی بعض درسی کتابیں پڑھنے پہنچے اور پھر یہ کہ عمر بھر پڑھتے (اور لکھتے) چلے گئے۔ادارہ ثقافت اسلامیہ کی لائبریری میں چودہ ہزار کتب موجود تھیں انہیں وہ گھول کر پی گئے'

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عملی زندگی میں قدم یوں رکھا کہ ایک عزیز نے انہیں ہیڈ سلیمان کی کے اکاؤنٹس آفس میں سٹور کیپر مقرر کر دیا کہ کام کے ساتھ ساتھ آرام بھی کرتے جاؤ یعنی مطالعے میں وقت صرف کرو۔بعد میں لاہور پہنچے تو صحافت کی وادی میں قدم رکھا لیکن ''لہو ولعب' میں نہیں پڑے' دینی ہفت روزے اور ماہنامے ہی ان کی دسترس میں رہے۔ابتدا سیاست میں قدم رکھا تھا۔لیکن انگریزی محاورے کے مطابق یہ ان کی چائے کا پیالہ نہیں تھا۔اب لوگوں کو کم ہی معلوم ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کا ایک حصہ برطانیہ کی براہ راست حکمرانی میں تھا' تو دوسرا بڑا حصہ داخلی طور پر خود مختار ریاستوں پر مشتمل تھا۔ساڑھے پانچ سو سے زیادہ ان ریاستوں پر نواب اور راجے حکومت کرتے تھے۔دفاع' خارجہ امور اور کرنسی کے علاوہ دیگر امور میں یہ حضرات وخواتین خود مختار تھے اور کسی کے سامنے خود کو جواب دہ نہیں سمجھتے تھے۔برطانوی ہند کا وائسرائے ان کے معاملات میں مداخلت سے گریز کرتا تھا اور عوام نام کی شے تو اس کا تصور ہی نہیں کر سکتی تھی۔

برطانوی ہند میں آزادی اور حقوق کی لہر اٹھی، تو ان ریاستوں میں بھی اس کا چرچا ہوا۔ پنجاب میں آٹھ ریاستیں تھیں، پٹیالہ، نابھہ، کپورتھلہ، فرید کوٹ، جنید، ملیر کوٹلہ، کلیلہ اور نادر گڑھ ان میں پرجا منڈل (پیپلز پارٹی) قائم ہوگئی۔ فرید کوٹ منڈل کے صدر گیانی ذیل سنگھ تھے، جنرل سیکرٹری نوجوان اسحٰق بھٹی کو بنا دیا گیا۔ بھٹی اس دوران قید ہوئے اور شہرت حاصل کر لی، لیکن سیاست میں زیادہ دیر چلے نہیں، یہ اور بات کہ ان کے اپنے بقول چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں، اس لیے سیاست سے دلچسپی بہرحال برقرار رہی۔ اکھاڑے سے باہر بیٹھ کر داد دینے یا اکھاڑے میں اترنے والوں کو داؤ پیچ سکھانے میں انہیں تامل نہیں تھا۔ بھٹی صاحب کا شاید یہی چسکہ انہیں کوچہ صحافت میں لایا، لیکن ان کے اندر موجود جستجو اور تحقیق کے مادے نے انہیں اس کی نذر نہ ہونے دیا۔ دقیق موضوعات کے ساتھ ساتھ مختلف شخصیات پر بھی قلم اٹھایا اور ان کے روز و شب کی گویا فلم بنا ڈالی۔ اپنی سوانح حیات لکھی اور ایک پوری صدی کے رہن سہن، رسوم و رواج اور حکایات و معاملات کو محفوظ کر دیا۔

بھٹی صاحب سادہ مزاج تھے، تکبر اور نخوت تو انہیں چھو کر بھی نہیں گزرے تھے۔ اپنے عقائد میں کٹر تھے۔ لیکن زاہد خشک نہیں تھے۔ کسی سے نفرت کرنا انہوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ان کے حلقہ احباب میں غیر مسلم بھی شامل رہے، گیانی ذیل سنگھ کی دوستی پر تو ان کو ناز تھا۔ گیانی صاحب صدر بنے تو انہوں نے اپنے لڑکپن کے دوست کو بھلایا نہیں...... وہ ہماری تاریخ اور سیاست کا ایک چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ اپنی بات نرمی سے کہتے اور دل میں نقب لگا لیتے۔ ان سے ایک بار ملنے والا دوسری بار ملنے کی خواہش لئے، ان سے جدا ہوتا۔ ان جیسا دوسرا ان کی زندگی میں نہیں مل پایا، تو اب کہاں تلاش کیا جائے گا؟ اور کیونکر ملے گا؟